مہدی افادی

ولادت: ۱۸۷۵ء

وفات: ۱۹۲۱ء

مہدی افادی کا اصل نام مہدی حسن تھا۔ وہ گورکھپور کے ایک شریف اور معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی علی حسن تھا۔ مہدی افادی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ چنانچہ گھر پر ہی عربی، فارسی اور اُردو کی اچھی خاصی استعداد بہم پہنچائی۔ پھر ایک انگریزی سکول میں داخل ہوئے۔ کچھ مدت علی گڑھ میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔ اُنھوں نے عملی زندگی کا آغاز نائب تحصیلداری سے کیا۔ مہدی افادی ایک نفیس انسان تھے، اُن کا ادبی ذوق بھی نہایت پاکیزہ تھا۔ اپنے زمانے کے عظیم اہلِ قلم اور ادیبوں سے ان کے ذاتی مراسم تھے جن میں سرسید، حالیؔ، شبلیؔ، سید سلیمان ندوی اور عبدالماجد دریابادی وغیرہ شامل ہیں۔ مہدی افادی کا انتقال ۴۶ برس کی عمر میں ہوا۔

مہدی افادی کے مضامین کا ایک مجموعہ ''افاداتِ مہدی'' کے نام سے اُن کی اہلیہ نے ان کی وفات کے بعد ترتیب دے کر شائع کیا۔ اُن کی تحریر کی سب سے بڑی خصوصیت زندہ دلی اور ظرافت ہے۔ اُن کی تحریر شگفتہ اور رواں ہے۔ اُنھوں نے خشک اور سنجیدہ مضامین کو بھی اپنی طبعی شگفتگی سے دلچسپ اور جاذبِ نظر بنایا ہے۔ اُنھوں نے اپنے دلکش اسلوبِ بیان اور جمالیاتی نقطۂ نظر کی بدولت مقبولیت حاصل کی۔ اُردو ادب میں اُنھیں رومانی تحریک کے محرکین میں شمار کیا جاتا ہے۔

تصنیف:۔ افاداتِ مہدی۔

سُقراط

سقراط، یونان کے مشہور اور نامور حکما میں سے تھا، ایتھنس میں پیدا ہوا۔ یہ شہر کسی وقت میں یونان کا دارالسلطنت تھا۔ اس میں یونیورسٹی بھی تھی، سقراط کا باپ ایک بت تراش تھا۔ آبائی پیشہ کی رعایت سے اس وحیدِ عصر نے بھی سنگ تراشی میں مشق بہم پہنچائی مگر آخر اسے فلسفہ کی تحصیل کا شوق ہوا چونکہ طبیعت میں قدرتی طور پر اعلیٰ درجہ کی صلاحیت موجود تھی۔ اس نے نہایت تیزی کے ساتھ فلسفہ کا اثر قبول کیا۔ اوائل عمر میں باقتضائے آئینِ ملکی اسے فوج میں داخل ہونا پڑا۔ کئی لڑائیوں میں اس نے بڑے بڑے کار ہائے نمایاں کیے۔ ذنوفن اور ایلسی بائڈیز، سے لائق شخصوں کی جان اسی نے بچائی۔ اسی وجہ سے ان دونوں کو بھی اس کے ساتھ بہت محبت تھی۔ ذنوفن فوج کا ایک سردار ہونے کے سوا، صاحبِ تصنیف بھی تھا۔ اس کی تصنیفات خاص پایہ کی ہیں۔ ایلسی بائڈیز ایک امیر کا بیٹا تھا۔ ہر قسم کے اوصاف اس میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، حسنِ صورت کے ساتھ اعلیٰ حسنِ سیرت سونے پر سہاگے کا رتبہ رکھتا تھا۔

لڑائی سے فراغت کے بعد سقراط نے اپنی پہلی وضع تبدیل کر دی۔ کھانے کپڑے میں سادگی برتی۔ فلسفیانہ تحریریں شائع کیں۔ ہم وطنوں کو پابندیٔ مذہب کی تاکید کی۔ رفتہ رفتہ حکیموں کی ایک کثیر جماعت اس کے خیالات سے فائدہ اٹھانے لگی۔ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ مختلف باغوں اور دریا کے کنارے پر یہ اپنے شاگردوں کو حکمت و فلسفہ کے نازک مسئلے سمجھایا کرتا۔ یہ طبیعت کا بہت آزاد تھا اور انتہا درجہ کا خوش تقریر بھی۔ اس کی فلسفیانہ نکتہ سنجیاں آخر میں اس کے ہم وطنوں کے لیے رشک و حسد کا باعث ہوئیں۔ ایک شاعر نے اس کی ہجو لکھی، جس کا منشا یہ تھا کہ سقراط نوجوانانِ ایتھنس کے اَخلاق کو خراب کرتا ہے اور لڑکوں کو سکھلاتا ہے کہ اپنے والدین کی اطاعت سے انحراف کریں۔ عدالت نے اسی بنا پر سقراط کو مجرم ٹھہرایا۔

تحقیقات کی گئیں۔ نتیجہ اس کو صرف گردن زدنی ثابت کرتا تھا۔ یہ حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے احباب نے رہائی کی بہتیری صورتیں نکالیں۔ خود داروغۂ جیل اس کے بھاگ جانے پر راضی ہوا مگر سقراط کو جس وقت اس ارادے کی خبر دی گئی اس نے اختلاف کیا اور نہایت استقلال سے یہ بات کی کہ ”میں موت سے بھاگنا نہیں چاہتا“، جیل میں اسے زہر کا پیالہ دیا گیا۔ اس نے بے تکلف اپنے ہونٹوں سے لگایا اور اپنی جان دے دی۔

سقراط کے خونِ ناحق سے اہلِ ایتھنس کو بعد میں سخت پشیمانی ہوئی اور اس کے دشمنوں کو نہایت ذلت کے ساتھ اپنی نالائقی کے خمیازے کھینچنے پڑے۔ سقراط کی سوانح عمری ذنوفن اور افلاطون نامی اس کے شاگردوں نے لکھی ہے۔ ان دونوں نے اس کے اقوال کی علیحدہ علیحدہ ترتیب دی ہے، جو واقعی دیکھنے کے لائق ہے۔

سقراط نے شادی بھی کی تھی۔ اس کی بیوی بہت ہی بدمزاج تھی۔ سقراط کے ساتھ اس کا برتاؤ سخت تھا لیکن وہ ہمیشہ اس سے نرمی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کی بدمزاجی سے فائدہ اٹھایا۔ اس کی کچی پکی سہہ لینے سے یہ انتہا درجہ کی برداشت کا خوگر ہوگیا۔ ۴۷۰ برس پیشتر حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوا اور ۳۹۹ برس قبل وفات پائی۔

سقراط کی رائے میں موجودہ وقت کو کسی آنے والے دن کی امید پر رائیگاں کر دینا بڑی غلطی ہے۔ وہ کسی چیز کا پس انداز کرنا اسی لیے ایک سرے سے فضول سمجھتا ہے۔ اکتسابِ علم کے لیے اس کے خیال میں کسی وقتِ خاص کی قید نہیں۔ عمر کا ہر حصہ انسان کی معلومات کو ترقی دے سکتا ہے۔ اس کی رائے میں کتب بینی ہی ایک عیش ہے۔ جو ہر شخص کا اختیاری امر ہے۔ وہ ایک جاہل کو واجب الرحم سمجھتا ہے، مگر اس سے بھی زیادہ اس شخص کی ہمدردی کرتا ہے، جس کا مربی کوئی بدتہذیب اور تاریک خیال کا آدمی ہو۔ وہ کہتا ہے عالی ظرف کی پہچان یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی معزز برتاؤ ہو۔ زیادہ سے زیادہ کوششیں اس کی یہیں تک محدود ہوں کہ دشمن کو تکلیف دینے سے محفوظ رہ سکے۔ غیبت کرنے والوں یا ایسے لوگوں کو جن کو دوسروں کی برائی

میں دلچسپی ہوتی ہے، وہ شریف نہیں سمجھتا۔ ان کے ساتھ انتہائی رعایت یہ ہے کہ ان کو کمینہ کہا جائے۔ آخر میں وہ ہر شخص کو اپنی کانشنس کی پیروی کی تاکید کرتا ہے۔ اس نے زور دے کر یہ بات بتائی ہے کہ صرف اصلیت پر نظر ہونی چاہیے، اس سے غرض نہیں، دوسرے کیا سمجھتے ہیں۔ وہ عام مقبولیت کی خواہش کو ایک طرح سے جنون سمجھتا ہے۔

ایک مقام پر اس نے بہت چبھتی ہوئی بات لکھی ہے، کہتا ہے کہ ”میں نہیں سمجھتا کیونکر لوگ عقل کی مخالفت کو جائز رکھتے ہیں، کسی بات کی صحت پر ان کو یقینِ کامل ہوتا ہے، تاہم وہ اس پر کاربند نہیں ہوتے، شاید کوئی خارجی اثر وجۂ مزاحمت ہو، مگر میں سمجھتا ہوں، ان کے ارادہ ہی کا یہ نقص ہے، مجھے آج تک کوئی بات ایسی نہ ملی جس کی سچائی کا یقین ہو، اور نہ کر گزرا ہوں، لوگ کچھ ہی سمجھا کریں، مجھے ان کی مخالفت کی قطعی پروا نہیں، اس لیے میں ان کو داخلِ جمادات سمجھتا ہوں“۔

(افاداتِ مہدی)

مشق

۱۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(الف) سقراط کے مخالفین نے اُن پر کیا الزامات لگائے؟

(ب) سقراط کے لیے کیا سزا تجویز کی گئی؟

(ج) سقراط کو فوج میں کیوں بھرتی ہونا پڑا؟

(د) سقراط کے شاگردوں کے نام لکھیں۔

(ہ) سقراط کی تعلیمات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

(و) سقراط نے کتنے برس کی عمر پائی؟

۲۔ خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔

(الف) سقراط کا باپ ایک ______ تھا۔

(ب) سقراط کے نزدیک کسی چیز کا ______ کرنا ایک فضول کام ہے۔

(ج) داروغۂ جیل نے سقراط کو ______ جانے کی ترغیب دی۔

(د) سقراط کی طبیعت نے تیزی کے ساتھ ______ کا اثر قبول کیا۔

(ہ) سقراط ایک ______ شخص کو واجب الرحم سمجھتا تھا۔

۳۔ اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۴۔ درج ذیل الفاظ درست اعراب کے ساتھ لکھیں۔

جمادات، پیروی، رشک وحسد، استقلال، ذلت۔

۵۔ تحریکِ پاکستان کے کسی رہنما کی زندگی اور خدمات پر ایک مفصل مضمون لکھیں۔

رموزِ اوقاف:

واوین (" "): جب کوئی اقتباس دیا جائے یا کسی کا قول نقل کیا جائے تو اس کے آغاز اور اختتام پر یہ علامات لگائی جاتی ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے: "خُدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں"

سوالیہ (؟): یہ علامت سوالیہ جملوں کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ جیسے:-

کیا ہے؟

تم کہاں ہو؟

میچ کون جیتا؟ وغیرہ

ندائیہ یا فجائیہ (!): کسی کو مخاطب کرنا ہو تو ندائیہ کی علامت لگائی جاتی ہے اور کسی بھی جذبے؛ محبت، نفرت، حقارت، خوف، تعجب، غصہ، خوشی، تنبیہ یا تحسین کا اظہار کرنا مقصود ہو تو یہ علامت بطور فجائیہ لگائی جاتی ہے۔

لڑکے! ذرا ادھر آؤ۔

خبردار! وہاں خطرہ ہے۔

شاباش! تم ضرور کامیاب ہوگے۔

افسوس! تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

۶۔ درج بالا رموزِ اوقاف کو استعمال کرتے ہوئے کم از کم پانچ جملے لکھیں۔

۷۔ دیے گئے مضمون پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بتایئے کہ مصنف نے کس حد تک سقراط کی شخصیت اور کارہائے نمایاں کا ذکر کرتے ہوئے قارئین کو متاثر کیا ہے؟

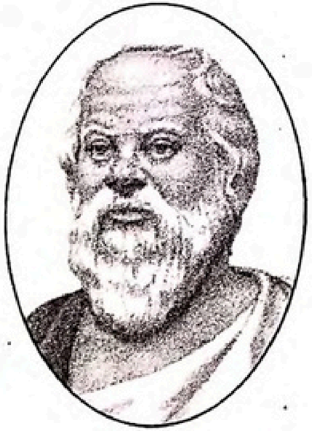

سُقراط